© rasailojaraid.com

کیا الزرقاوی ختم ہوگیا؟

حامد میر

پاکستان کی قومی اسمبلی میں القاعدہ کے رہنما ابو مصعب الزرقاوی کے لیے دعائے مغفرت کرانے کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں۔ جمعہ کو متحدہ مجلس عمل کے متعدد اراکین نے پوائنٹ آف آرڈر پر قومی اسمبلی میں الزرقاوی کے لیے دعائے مغفرت کرانے کی کوشش کی لیکن اسپیکر چوہدری امیر حسین نے انہیں اجازت نہیں دی۔ عراق میں امریکی بمباری کا نشانہ بننے والے ابو مصعب الزرقاوی کے لیے قومی اسمبلی میں تو دعا نہ ہوسکی لیکن اسی روز اسلام آباد سمیت پاکستان کے کئی شہروں کی مساجد میں نماز جمعہ کے بعد الزرقاوی کے لیے مغفرت کی دعا کرائی گئی اور انہیں عالم اسلام کا مجاہد ہیرو قرار دیا گیا۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے مغربی حکومتوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیا وجہ ہے کہ پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک کی حکومتیں القاعدہ کے ایجنڈے سے اتفاق نہیں کرتیں لیکن اس کے باوجود ان ممالک کے عوام کی ایک بڑی تعداد القاعدہ کی ہم نوا ہے؟ جب تک مسلم ممالک کی حکومتوں اور عوام کی سوچ میں بڑھتے ہوئے فرق کو سمجھا نہیں جائے گا تو یہ فرق کم کرنے کے لیے کوئی ٹھوس حکمت عملی تشکیل نہیں دی جاسکے گی اور جب تک یہ فرق کم نہیں ہوگا تو ہر آنے والا کل گزرے ہوئے کل کی نسبت عالمی امن کے لیے زیادہ خطرناک ہوگا۔

امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے الزرقاوی کی زندگی کے خاتمے کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اپنی اہم کامیابی قرار دیا لیکن کاش کہ وہ ان عوامل کا جائزہ لینے کی جرأت نہ کرسکیں جن کی کوکھ سے ابو مصعب الزرقاوی نے جنم لیا کیونکہ یہ عوامل ختم نہ ہوئے تو الزرقاوی پیدا ہوتے رہیں گے۔ افسوس کہ نہ تو مغربی حکومتیں ان عوامل کو ختم کرنے میں مخلص نظر آتی ہیں اور نہ ہی مسلم ممالک کی حکومتیں ان عوامل کے خاتمے کے لیے کوئی مشترکہ حکمت عملی وضع کرنے میں کامیاب ہوسکی ہیں۔

اگر ابو مصعب الزرقاوی کی زندگی پر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے تو یہ عوامل واضح نظر آتے ہیں۔ الزرقاوی کا اصل نام احمد فاضل تھا۔ وہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو اردن کے شہر الزرقا میں پیدا ہوئے۔ اس شہر کی ایک بڑی اکثریت فلسطینی مہاجرین پر مشتمل ہے۔ الزرقاوی کا تعلق دریائے اردن کے مشرقی کنارے میں رہنے والے بدو قبیلے ابو حسن کی خلیلہ شاخ سے تھا، ان کے آباؤ اجداد ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کے بعد اپنی زمینیں چھوڑ کر الزرقا میں پناہ گزین بنے۔ الزرقاوی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں ہر طرف ناانصافی اور غربت تھی۔ وہ چھ بہنیں اور چار بھائی تھے۔ غربت کے باوجود الزرقاوی کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ گیارہویں جماعت میں پہنچے تو ۱۹۸۴ء میں ان کے والد احمد غزالی فوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گئے۔ الزرقاوی کو تعلیم چھوڑ کر نوکری کرنی پڑی۔ ۱۹۸۸ء میں الزرقاوی نے اپنے علاقے کی مسجد حسین بن علیؓ میں فلسطینی عالم ڈاکٹر محمد عبداللہ عزام اور افغان لیڈر پروفیسر سیاف کی تقاریر سنیں۔ سیاف نے الزرقا کے نوجوانوں کو افغانستان میں جہاد کی دعوت دی اور یہی وہ لمحہ تھا جب بائیس سالہ الزرقاوی نے افغانستان جانے کا فیصلہ کیا۔

۱۹۸۹ء کے موسم بہار میں وہ پشاور پہنچے تو ان کا جہادی نام ابومحمد الغریب رکھا گیا۔ ڈاکٹر عبداللہ عزام نے اس نوجوان کو میران شاہ کے راستے سے خوست کے پہاڑوں میں بھیج دیا جہاں الزرقاوی نے عسکری تربیت حاصل کی۔ ۱۹۹۱ء میں الزرقاوی نے جلال الدین حقانی کے ہمراہ خوست کی فوجی چھاؤنی سے افغان کمیونسٹ فوج کو نکالنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امریکا اور اقوام متحدہ افغان مجاہدین کو کابل کے کمیونسٹ حکمرانوں کے ساتھ مفاہمت پر قائل کرنے کی کوشش میں تھے۔

افغان مجاہدین کے گروپوں میں اختلافات بھی پیدا کیے جا چکے تھے اور دوسری طرف اسلام آباد کے حکمران پاکستان میں موجود عرب مجاہدین کو نکالنے کے درپے تھے۔ اسی زمانے میں الزرقاوی کی ملاقات پشاور میں ایک فلسطینی عالم ابومحمد المقدسی سے ہوئی جو مشرق وسطیٰ میں امن کے نام پر اسرائیل اور عرب حکومتوں میں دوستانہ تعلقات کے سخت مخالف تھے۔ المقدسی کا خیال تھا کہ امریکا کے احکامات بجالانے والی عرب حکومتوں کے خلاف مسلح بغاوت کا وقت آ چکا ہے، الزرقاوی ان کی حمایت کر رہے تھے جب کہ القاعدہ کا خیال تھا کہ عرب حکومتوں کے خلاف بغاوت کی بجائے اسرائیل اور امریکا کے خلاف مزاحمت کی جائے۔ اس دوران القاعدہ کی قیادت سوڈان منتقل ہوگئی اور الزرقاوی اپنے نئے لیڈر المقدسی کے ساتھ ۱۹۹۳ء میں واپس اردن چلے گئے۔ دونوں نے التوحید کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور اردن میں حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کے لیے اسلحہ اکٹھا کرنے لگے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۹۳ء کو اسرائیل اور پی ایل او میں امن معاہدہ ہو گیا۔ الزرقاوی اس معاہدے کے خلاف کھل کر سامنے آ گئے اور ۲۹ مارچ ۱۹۹۴ء کو گرفتار کر لیے گئے۔ یہ وہ گرفتاری تھی جس نے ایک نئے الزرقاوی کی تشکیل شروع کی۔ ۱۹۹۵ء میں الزرقاوی کو عمر قید کی سزا دی گئی اور انہیں عمان سے ۸۵ کلومیٹر جنوب میں واقع السوقہ جیل میں بھیج دیا گیا جو ریگستان میں تھی۔ اس جیل میں الزرقاوی کے پاؤں کے ناخن نوچے گئے، جسم پر زخم لگا کر نمک چھڑکا گیا اور کئی کئی ماہ تک قید تنہائی میں رکھا گیا۔ اس جیل میں چھ ہزار سے زائد قیدی بند تھے جن میں سے اکثر کا جرم یہ تھا کہ وہ عرب اسرائیل امن معاہدے کو یہودیوں کی فتح سمجھتے تھے۔ اس معاہدے پر تنقید کرنے والے اردن کے ایک صحافی انوار حسین کو بھی السوقہ جیل میں بند کیا گیا۔ فواد کی اسی جیل میں الزرقاوی کے ساتھ ملاقات ہوئی ان کا کہنا ہے کہ جیسے جیسے الزرقاوی پر ظلم بڑھتا گیا اس کی شخصیت میں سے لچک ختم ہوتی گئی۔ الزرقاوی نے اپنے ساتھی فقیہ الشاوش کی مدد سے جیل میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب ہمیں اپنی قوم کی تقدیر اپنے خون سے لکھنی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۹۹ء میں اردن کے بادشاہ شاہ حسین کی موت کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ نے اقتدار سنبھالا تو الزرقاوی کو عام معافی کے نتیجے میں رہائی مل گئی۔ رہائی کے فوراً بعد وہ پشاور آ گئے۔ یہاں الزرقاوی کے ویزے کی میعاد ختم ہو گئی اور انہیں پشاور جیل جانا پڑا۔ کچھ ساتھیوں کی کوشش سے رہائی کے بعد الزرقاوی نے افغانستان کا رخ کیا۔ جلال الدین حقانی کے ذریعے الزرقاوی نے ہرات میں ایک عسکری تربیت کا کیمپ قائم کرنے کی اجازت حاصل کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب القاعدہ کی قیادت کے ساتھ ان کے تعلقات استوار ہو چکے تھے لیکن وہ القاعدہ میں شامل ہونے سے گریزاں تھے کیونکہ وہ بدستور اس نظریے کے حامی تھے کہ جس طرح طالبان نے افغانستان میں اسلامی حکومت قائم کی ہے اسی طرح عرب مجاہدین کو بھی اپنے ممالک میں اسلامی حکومتوں کے قیام کے لیے جدوجہد کا آغاز کرنا چاہیے۔ دسمبر ۲۰۰۱ء میں وہ ہرات سے قندھار آ گئے کیونکہ امریکی فوج افغانستان میں داخل ہو چکی تھی اور عرب مجاہدین کا ہر طرف شکار کیا جا رہا تھا۔ اردنی صحافی فواد حسین کا دعویٰ ہے کہ قندھار میں بمباری کے دوران الزرقاوی زخمی ہو گئے لیکن کسی طرح اسامہ بن لادن کے پاس تورابورا پہنچ گئے، وہاں سے فرار ہو کر خوست اور پھر شمالی وزیرستان پہنچے۔ یہیں چند دن قیام کیا اور پھر کوئٹہ کے راستے سے افغانستان میں داخل ہو کر ایران کو نکل گئے۔ ایران میں گلبدین حکمت یار کی حزب اسلامی کی مدد سے ۲۰۰۲ء میں وہ عراق چلے گئے۔ ایرانی شہر زاہدان سے بغداد تک ان کا القاعدہ سے رابطہ رہا لیکن وہ القاعدہ میں شامل نہ ہوئے۔ اب ایک نئی وجہ اختلاف یہ تھی کہ القاعدہ اہل تشیع کے خلاف کارروائیوں کی مخالف تھی لیکن الزرقاوی کا کہنا تھا کہ اہل تشیع نے افغانستان اور عراق میں امریکی فوج کا ساتھ دیا اس لیے ان پر حملے جائز ہیں۔

۲۰۰۴ء میں القاعدہ کی کوششوں سے الزرقاوی نے اپنا مؤقف تبدیل کیا اور اہل تشیع پر حملے بند کر دیے جس کے بعد اسامہ بن لادن نے الزرقاوی کو عراق میں القاعدہ کا امیر مقرر کیا۔ الزرقاوی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ عراق میں مجاہدین کے تمام گروپوں کو متحد کریں، افغانستان، شام، اردن، کویت، مصر، سعودی عرب، لبنان اور ترکی کے نوجوانوں کو تربیت دیں اور اسرائیل کے ساتھ براہ راست تصادم کی تیاری کریں۔ اس سال جنوری میں مجاہدین شوریٰ کونسل کا قیام الزرقاوی کی عراق میں پہلی اہم سیاسی کامیابی تھی تاہم وہ خاصے غیر محتاط تھے اور اسی لیے عراق میں امریکی بمباری کا نشانہ بن گئے۔ غور کیا جائے تو الزرقا کا یہ جوان ۱۹۸۹ء تک احمد فاضل اور ۲۰۰۳ تک ابو محمد الغریب تھا لیکن عراق میں امریکی فوج کے قبضے کے بعد ابو مصعب الزرقاوی پیدا ہوا (مصعب ان کے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام ہے) ۲۰۰۳ء میں جنم لینے والے الزرقاوی کا آئیڈیل نور الدین زنگی تھے جنہوں نے ۱۱۴۸ء میں موصل کو اپنا مرکز بنا کر ۱۱۶۹ء تک شام اور مصر پر حکومت قائم کی اور ان کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبی نے یروشلم فتح کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ ابو مصعب الزرقاوی نے مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کی کوکھ سے جنم لیا۔ اسے یقین تھا کہ کوئی اوسلو امن معاہدہ بنو حسن قبیلے کو اس کی کھوئی ہوئی زمین واپس نہیں دلوا سکتا لہٰذا اس نے نور الدین زنگی کا راستہ اختیار کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے زنگی کی طرح دجلہ و فرات کی سرزمین میں صرف تحریک مزاحمت کو منظم کرنے کا موقع ملے گا اور یروشلم پر حملہ کوئی اور کرے گا۔ جب تک یروشلم کی مسجد اقصیٰ مسلمانوں کو واپس نہیں ملتی الزرقاوی جنم لیتے رہیں گے۔ ☆......☆

© rasailojaraid.com